رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم بحیثیّت شارع

جناب نور الٰہی صاحب ایڈووکیٹ گجرات

اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاوتِ قرآن، تزکیۂ نفوس، کتاب و حکمت کی تعلیم اور کتاب اللہ کی تبیین و تشریح کی ذمہ داری تفویض فرمائی۔ نیز آنحضرت کو نمونۂ تقلید، قاضی اور حاکم و فرمانروا قرار دیا۔ اور ان جملہ مناصب سے متعلقہ فرائض و ذمہ داریوں کو حضورؐ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بحیثیت رسول انجام دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو متعدد قسم کے تشریعی اختیارات تفویض فرمائے جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ بحیثیت معلّمِ کتاب و حکمت آنحضرتؐ کے متعلق فرمایا گیا۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ج (اٰلِ عمران - ۱۶۴)

"حقیقت میں اللہ نے مومنین پر احسان کیا جب کہ انہیں میں سے ایک پیغمبر ان میں مبعوث کیا جو ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک صاف کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔"

یہی مضمون سورۃ البقرہ آیت ۱۲۹، ۱۵۱ اور سورۃ الجمعہ آیت ۲ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

تلاوتِ قرآن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ جب آنحضرتؐ پر قرآنِ کریم کا کوئی حصہ نازل ہوتا تو آپؐ پہلے اُسے مردوں کے سامنے تلاوت کرتے اور پھر خواتین کے سامنے۔[1]

جہاں تک کسی کتاب کی تعلیم کا تعلق ہے اس سے مراد کتاب کے مضامین کی توضیح و تشریح ہے اور تعلیم کا مقصود یہ ہے کہ معلم کتاب کے جن مضامین کی تشریح ضروری سمجھتا ہے، ان کی وضاحت کرتا جاتا ہے۔ یہ طریقۂ تعلیم معروف ہے۔ بعض اوقات طلبہ بھی کتاب کے مشکل مقامات کے بارے میں سوال کرتے ہیں اور معلم ان کے جواب دے کر اشکالات حل کرتا ہے۔ تعلیم کتاب و حکمت کا مضمون اگرچہ پوری طرح واضح تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے آنحضرتؐ سے فرمایا:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ - (النحل - ۴۴)

"اور یہ ذکر ہم نے تمہاری طرف اس لیے نازل کیا ہے کہ تم لوگوں کے لیے واضح کردو اس تعلیم کو جو ان کی طرف اُتاری گئی ہے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب کی توضیح و تشریح اپنی ذاتی رائے سے نہیں کی، بلکہ آپؐ نے یہ فریضہ اللہ تعالیٰ کے رسول کی حیثیت سے اللہ کی وحی کے مطابق انجام دیا۔ ارشادِ خداوندی ہے:

لَا تُحَرِّکْ بِہٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِہٖ ۝ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہٗ وَقُرْاٰنَہٗ ۝ فَاِذَا قَرَاْنٰہُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَہٗ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ ۝ (القیامۃ - ۱۶ تا ۱۹)

"آپؐ اس کو (یعنی قرآن کو) جلدی جلدی لینے کے لیے اس پر اپنی زبان نہ ہلایا کیجیے۔ یہ تو ہمارے ذمہ ہے اس کا جمع کر دینا اور

[1] ترجمہ سیرت ابن اسحاق پیرا ۱۹۲ - نقوش رسول نمبر ۱۱ ص ۱۵۰ -

اس کا پڑھوانا - تو جب ہم اسے پڑھنے لگیں تو آپؐ اس کے تابع ہو جایا کیجیے - پھر اس کا بیان کرا دینا بھی ہمارے ذمہ ہے"۔

یہ آیات صاف بتا رہی ہیں کہ قرآن کریم کے جمع کرنے، آنحضرتؐ سے تلاوت کرانے اور آپؐ کی زبان وحی ترجمان سے قرآن کی تشریح کرانے کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ کی ہے۔ ظاہر ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد — اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ — کے مطابق قرآن کریم کی حفاظت کی ذمہ داری آنحضرتؐ کے ذریعے پوری فرمائی ہے - اسی طرح قرآن کے بیان یعنی اس کی تشریح و توضیح کا کام بھی آنحضرتؐ سے لیا -

مولانا عبد الماجد دریا آبادی سورۃ القیامۃ کی آیت ۱۹ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں :

"قرآن کو رسولؐ تک بجنسہ پوری حفاظت کے ساتھ پہنچا دینا جو حق تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا تھا، اس کا انصرام تو فرشتہ کی وساطت سے ہوا۔ اب رہا دوسرا وعدۂ الٰہی یعنی قرآن کی تبیین و تشریح یہ کس کے ذریعہ سے ہوگی؟ یہ رسول کے ذریعہ سے۔ گویا حق تعالیٰ سے رسول تک متنِ قرآن پہنچانے کا ذمہ دار تو فرشتۂ وحی ٹھہرا۔ اور رسولؐ سے امت تک متنِ قرآن و شرحِ قرآن پہنچانے کے ذمہ دار رسول کریمؐ قرار پائے۔ (ای ثم ان علینا أن نبینہ بلسانک) یعنی پھر ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ہم آپؐ کی زبان سے اس قرآن کی تبیین و تشریح کریں۔ (روح المعانی) آج جس نو پیدا گروہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت صرف ایک خطوط رساں یا ڈاکیہ کی تسلیم کر رکھی ہے۔ کاش اس آیت سے ان کی آنکھیں کھلتیں"۔

مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ تفہیم القرآن جلد ششم ص ۱۶۹ پر اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں :

"اس سے صریح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پر صرف وہی وحی نازل نہیں ہوتی تھی جو قرآن میں درج ہے، بلکہ اس کے علاوہ بھی وحی کے ذریعے سے آپؐ کو ایسا علم دیا جاتا تھا جو قرآن میں درج نہیں ہے۔ اس لیے کہ قرآن کے احکام و فرامین، اس کے اشارات، اس کے الفاظ اور اس کی مخصوص اصطلاحات کا جو مفہوم و مدعا حضورؐ کو سمجھایا جاتا تھا وہ اگر قرآن میں درج ہوتا تو یہ کہنے کی ضرورت نہ تھی کہ اس کا مطلب سمجھا دینا یا اس کی تشریح کر دینا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے کیونکہ وہ تو پھر قرآن ہی میں مل جاتا۔ لہٰذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ مطالبِ قرآن کی تفہیم و تشریح جو اللہ کی طرف سے کی جاتی تھی وہ بہر حال الفاظِ قرآن کے ماسوا تھی۔ یہ وحی خفی کا ایک اور ثبوت ہے جو ہمیں قرآن سے ملتا ہے"۔

(مزید ثبوت کے لیے ملاحظہ ہو سنت کی آئینی حیثیت صفحات ۹۴، ۹۵ اور صفحات ۱۱۸ تا ۱۲۵)۔

بحیثیت شارع آنحضرتؐ کا منصب یہ ہے کہ انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم آنحضرتؐ کے ذریعہ سے بھیجا اور یہ فریضہ آپؐ کے سپرد فرمایا کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کی وحی کے مطابق قرآنی احکام کی توضیح و تشریح فرمائیں اور عملی حالات پر انہیں منطبق کر کے لوگوں کو ان احکام کا ٹھیک ٹھیک منشا سمجھائیں اور ان کی تعمیل کا طریقہ سکھائیں۔ چنانچہ معلم و شارح کتاب اللہ کی حیثیت سے آپؐ نے جو کچھ فرمایا اور کتاب اللہ پر عمل کر کے قرآنی احکام کا جو منشا متعین فرمایا وہ ہمارے لیے اسی طرح ماخذِ شریعت ہے جس طرح اللہ کی کتاب ماخذِ شریعت ہے۔ اگر آنحضرتؐ کی تشریح و تفسیرِ قرآن کو نہ مانا جائے تو ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہم اپنے دعوائے ایمان میں کس حد تک مخلص ہیں۔

۲۔ قرآن کریم نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے لیے نمونۂ تقلید قرار دیا۔ فرمایا گیا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ

كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝

(الاحزاب-۲۱)

"تمہارے لیے اللہ کے رسول میں ایک عمدہ نمونۂ تقلید ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخر کا اُمیدوار ہو اور ذکرِ الٰہی کثرت سے کرتا ہو"۔

آنحضرتؐ خیر البشر ہیں اور آپؐ کی حیاتِ طیبہ ساری کائناتِ انسانی کے لیے معیار اور نمونۂ تقلید ہے۔ آپؐ کی یہ صفت رسالت کے اعتبار سے ہے اور آپؐ ہمارے لیے مامور من اللہ رہنما اور پیشوا ہیں۔ اور آپؐ نے ہمہ پہلو بھرپور زندگی گذار کر اپنے قول و فعل و تقریر سے جو عملی رہنمائی بہم پہنچائی وہ سنّت نبوی کی حیثیت سے ہمارے لیے شریعت ہے۔

۳- بحیثیت شارع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک منصب یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو قاضی مقرر فرمایا۔ ارشاد ربانی ہے:

ا- فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (النساء-۶۵)

"سو آپؐ کے پروردگار کی قسم ہے کہ یہ لوگ ہرگز ایمان دار نہ ہوں گے جب تک کہ وہ اپنے جھگڑوں میں تجھے فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں اور نہ پھر جو فیصلہ آپؐ کر دیں اس سے اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور اس کو پورا پورا تسلیم کر لیں"۔

ب- اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ؕ (النساء-۱۰۵)

"یقیناً ہم نے آپؐ پر کتاب حق کے ساتھ اتاری ہے، تاکہ آپؐ لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے آپؐ کو سمجھا دیا ہے"۔

ج۔ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنْ کِتٰبٍ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَکُمْ ط (الشوریٰ - ۱۵)

"اور (اے نبیؐ) کہو کہ میں ایمان لایا ہوں اس کتاب پر جو اللہ نے نازل کی ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل کروں"۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے رسولؐ کی حیثیت سے ہی قاضی ہیں اور ایک شخص کے ایمان بالرسالت کی صحت کا تقاضا ہے کہ وہ آنحضرتؐ کو اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ قاضی تسلیم کرے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے مختلف مقدمات میں وقتاً فوقتاً جو فیصلے صادر فرمائے وہ ہمارے لیے شریعت ہیں اور ماخذِ قانون ہیں۔

امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری نے "اسباب النزول" میں سورۃ النساء کی آیت ۶۰[1] کا پس منظر بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

وقال الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس: نزلت فی رجل من المنافقین کان بینہ وبین یھودی خصومۃ، فقال الیھودی: انطلق بنا الی محمد، وقال المنافق: بل نأتی کعب بن اشرف وھو الذی سماہ اللہ تعالی الطاغوت وابی الیھودی الا ان یخاصمہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فلما رای المنافق ذالک اتی معہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فاختصما الیہ فقضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للیھودی۔ فلما خرجا من عندہ لزمہ المنافق وقال، ننطلق الی عمر بن الخطابؓ

[1] اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّھُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاکَمُوْٓا اِلَی الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ یَّکْفُرُوْا بِہٖ ط وَیُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّضِلَّھُمْ ضَلٰلًا بَعِیْدًا ہ

فاقبلا الی عمر، فقال الیهودی: اختصمنا انا وھذا الی محمد فقضی علیه فلم یرض بقضائه وزعم انه مخاصم الیک وتعلق بی فجئت الیک معه، فقال عمر للمنافق اکذالک؟ قال: نعم، فقال لهما: رویداً حتی اخرج الیکما، فدخل عمر واخذ السیف فاشتمل علیه، ثم خرج الیهما وضرب به المنافق حتی برد، وقال ھکذا اقضی لمن لم یرض بقضاء الله وقضاء رسوله۔

"کلبی نے ابو صالح کے حوالہ سے حضرت ابن عباسؓ کی روایت نقل کی کہ یہ آیت منافقین میں سے ایک آدمی اور ایک یہودی کے متعلق نازل ہوئی جن کے مابین ایک جھگڑا تھا۔ یہودی نے کہا کہ چلو، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اس جھگڑے کا فیصلہ کراتے ہیں۔ منافق نے کہا ہمیں اس مقدمہ کا فیصلہ کعب بن اشرف سے کرانا چاہیے۔ (اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کعب کو طاغوت کا نام دیا ہے)۔ یہودی نے منافق کی اس تجویز کو مسترد کر دیا۔ وہ اس مقدمے کا فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرانا چاہتا تھا۔ جب منافق نے یہ دیکھا تو وہ بامر مجبوری یہودی کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ فریقین نے اپنا مقدمہ آنحضرتؐ کے سامنے پیش کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقدمہ کا فیصلہ یہودی کے حق میں کر دیا۔ جب وہ دونوں دربار رسالت سے باہر آئے تو منافق یہودی کو پھر چمٹ گیا اور کہا کہ ہمیں عمرؓ بن خطاب کے پاس یہ مقدمہ لے جانا چاہیے۔ چنانچہ وہ دونوں حضرت عمرؓ کے پاس گئے۔ یہودی نے بیان کیا کہ میں اور یہ شخص جو میرا فریق مخالف ہے، اپنا مقدمہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس فیصلہ کرانے کے لیے لے گئے تھے۔ آنحضرتؐ

نے اس کے خلاف فیصلہ صادر فرمایا لیکن یہ شخص اس فیصلے پر راضی نہیں ہے۔ اس لیے یہ آپ کے پاس فیصلہ کرانے کے لیے آیا ہے اور مجھے بھی مجبور کر کے آپ کے پاس لے آیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس منافق سے پوچھا کیا یہی معاملہ ہے؟ اُس نے جواب دیا "ہاں"۔ حضرت عمرؓ نے فریقین سے کہا: "تم ذرا ٹھہرو، میں ابھی آتا ہوں۔" حضرت عمرؓ گھر میں داخل ہوئے، تلوار پکڑی اور اوپر کپڑا لپیٹ کر باہر آئے اور تلوار کا وار کر کے اُس منافق کا کام تمام کر دیا۔ اور فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے فیصلے پر راضی نہ ہو میں اس کا فیصلہ اسی طرح کیا کرتا ہوں"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت عمرؓ مدینہ منورہ میں مقدمات کا فیصلہ کیا کرتے تھے۔ منافق اور یہودی کا مقدمہ جس میں آنحضرتؐ اپنا فیصلہ صادر کر چکے تھے جب حضرت عمرؓ کے سامنے پیش ہوا تو آپؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو اللہ کا فیصلہ قرار دیا۔ کیونکہ آپؐ اللہ کی طرف سے مقرر کیے ہوئے قاضی تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص ایمان کا دعویٰ کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ تسلیم نہ کرے وہ مرتد ہے اور واجب القتل ہے۔ اسی لیے حضرت عمرؓ نے منافق مرتد کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ آنحضرتؐ کے فیصلے آج بھی ہمارے لیے ایسے قانونی نظائر ہیں جنہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ سند اور حجت اور ماخذِ قانون ہیں۔ (باقی)